سپریم کورٹ رپوٹس۔[2003]۔ایس ۔یو ۔پی ۔پی۔2۔ایس۔سی۔آر

اسٹیٹ آف پنجاب
بنام
کرنیل سنگھ

14 اگست 2003

[ڈوریسوامی راجو اور اریجیت پاسیات، جسٹسز]

ضابطہ فوجداری، 1793:

بری ہونے کے خلاف اپیل-مداخلت-کی اجازت-منعقد: مداخلت صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کی زبردست اور ٹھوس وجوہات ہوں-آئین ہند 1950-آرٹیکل 136۔

دفعہ 154-ایف آئی آر-درج کرنے میں تاخیر-کا اثر-منعقد: صرف اس وجہ سے کہ ایف آئی آر فاصلے کی وجہ سے درج نہیں کی گئی تھی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تاخیر ہوئی تھی، خاص طور پر زائد جب یہ علاقہ دہشت گردی سے متاثرہ علاقہ تھا۔

دفعہ 313-ملزم کا بیان-ملزم کے خصوصی علم کے اندر حقائق، جب قتل کے معاملے میں تسلی بخش طریقے سے وضاحت نہیں کی جاتی ہے-کا اثر-منعقد: یہ ملزم کے خلاف ایک عنصر ہے اور ملزم کے جرم کو تیز کرنے کے لیے کافی ہے۔

ثبوت ایکٹ، 1872-دفعہ 3:

متعصب گواہ-قتل کے مقدمے میں گواہی-کی معتبریت۔

مادی تضادات کے مقابلے میں عام تضادات-کا اثر-منعقد: مادی تضادات کسی معاملے کی ساکھ کو خراب کرتے ہیں جبکہ عام تضادات نہیں۔

استغاثہ کے مطابق متوفی اور ملزم افراد کے درمیان دشمنی تھی۔متوفی اور اس کا ایک بھائی اپنے کھیتوں میں ڈیرہ میں رہتا تھا۔اس بدقسمت دن، جب متوفی یہ دیکھنے گیا تھا کہ کھیتوں میں مناسب طریقے سے آبپاشی کی گئی ہے یا نہیں، پی ڈبلیو-1 اور متوفی کے 2 بھائیوں نے متوفی کی مدد کے لیے چیخیں سنیں۔انہوں نے دیکھا کہ ہتھیار سے لیس ملزم افراد متوفی کو اپنے ڈیرے کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ان کی مداخلت پر این نے متوفی پر گولی چلائی، جس کے نتیجے میں متوفی نیچے گر گیا اور مدعا علیہ ملزم نے متوفی پر کرپن سے حملہ کیا۔متوفی کے پی ڈبلیو-1 بھائی نے شور مچایا۔ملزم افراد نے پی ڈبلیو-1 اور پی ڈبلیو-2 کو دھمکی دی؛ خوفزدہ ہو کر وہ اپنے گاؤں بھاگ گئے۔اگلے دن انہوں نے سرپنچ کو اس واقعے کے بارے میں بتایا۔بغیر سر والی لاش مدعا علیہ ملزم کے کھیتوں میں اور کٹا ہوا سر اس کے ٹیوب ویل کے قریب سے ملی۔اس کے بعد ایف آئی آر آر درج کی گئی۔ٹرائل کورٹ نے ملزموں کو مجرم قرار دیا اور سزا سنائی۔تاہم، عدالت عالیہ نے انہیں بری کر دیا۔لہذا موجودہ اپیل۔اپیل کے زیر التواء ہونے کے دوران این کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور اس لیے اس کی اپیل ختم ہو جاتی ہے۔

اپیل کنندہ ریاست نے دلیل دی کہ واقعہ کی جگہ، پولیس چوک، پولیس اسٹیشن اور عدالت کے درمیان فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایف آئی آر آر درج کرنے میں تاخیر استغاثہ کے بیان کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ کہ یہ علاقہ دہشت گردی سے متاثرہ علاقہ تھا اور اس عرصے کے دوران دہشت گردی اپنے عروج پر تھی؛ کہ عدالت عالیہ کا یہ نتیجہ کہ رات کو پولیس یا شریک گاؤں والوں کو اطلاع نہ دینے میں غیر معمولی طرز عمل تھا درست نہیں لگتا ہے؛ اور یہ کہ مدعا علیہ ملزم کے کھیت میں لاش اور اس کے ٹیوب ویل کے قریب کٹے ہوئے سر کے حوالے سے کوئی وضاحت نہیں ہے۔۔

مدعا علیہ ملزم نے دعوی کیا کہ استغاثہ اپنے الزامات کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے؛ کہ عدالت عالیہ نے کمزوریوں کو تفصیل سے نوٹ کیا ہے اور بری ہونے کے خلاف اپیل میں مداخلت کے محدود دائرہ کار پر غور کرنے کے لیے کوئی مداخلت طلب نہیں کی گئی ہے؛ چونکہ پی ڈبلیو 1 اور 2 متوفی کے قریبی رشتے دار ہیں، اس لیے ان کے شواہد پر کارروائی نہیں کی جانی چاہیے تھی؛ اور یہ کہ ان کے شواہد بھی جرم کے محرک کے حوالے سے مطابقت نہیں رکھتے

ہیں۔

اپیل کی اجازت دیتے ہوئے عدالت نے۔

منعقد: 1.1۔ ہائی کورٹ کا ملزمان کو بری کرنے کا حکم دینے میں کوئی جواز نہیں تھا۔ اس طرح ہائی کورٹ کا حکم کالعدم ہو جاتا ہے اور ٹرائل کورٹ بحال ہو جاتی ہے۔ ملزم کو ٹرائل کورٹ کے حکم کے مطابق قید کی بقایا رقم پوری کرنے کے لیے تحویل میں دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔[602-E،F]

2۔ بری کیے جانے کے فیصلے کے خلاف اپیل پر غور کرتے ہوئے اپیلٹ عدالت کو جس اصول پر عمل کرنا ہے وہ صرف اس صورت میں مداخلت کرنا ہے جب ایسا کرنے کی مجبور کرنے والی اور ٹھوس وجوہات ہوں۔ اگر اعتراض شدہ فیصلہ واضح طور پر غیر معقول ہے، تو یہ مداخلت کی ایک زبردست وجہ ہے۔ اپیلٹ عدالت پر ان شواہد کا جائزہ لینے پر کوئی پابندی نہیں ہے جن پر حکم برایت مبنی ہے۔ عام طور پر حکم برایت میں مداخلت نہیں کی جائے گی کیونکہ ملزم کی بے گناہی کے مفروضے کو بری ہونے سے مزید تقویت ملتی ہے۔ فوجداری مقدمات میں انصاف کے انتظام کے جال میں جو سنہری دھاگہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر مقدمے میں پیش کیے گئے شواہد ذریعے دو نظریات ممکن ہیں، ایک ملزم کے جرم کی طرف اور دوسرا اس کی بے گناہی کی طرف، تو وہ نظریہ جو ملزم کے حق میں ہو، اپنایا جانا چاہیے۔ عدالت کا سب سے اہم خیال اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ انصاف کی اسقاط حمل کو روکا جائے۔ انصاف کی اسقاط حمل جو مجرم کے بری ہونے سے پیدا ہو سکتی ہے، کسی مجرم کی سزا سے کم نہیں ہے۔[599-سی-ایف]

بھگوان سنگھ اور دیگران بنام ریاست مدھیہ پردیش، جے ٹی [2002] 3 ایس سی 387؛ شیواجی صاحبراؤ بوباڈے اور دوسرا بنام ریاست مہاراشٹر، [1973] 2 ایس سی سی 193؛ رمیش بابولال دوشی بنام ریاست گجرات، [1996] 9 ایس سی سی 225 اور جسونت سنگھ بنام ریاست ہریانہ، جے ٹی (2000) 4 ایس سی 114، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

2۔ یہ حیران کن ہے کہ عدالت عالیہ کس طرح اور کس مواد پر اس نتیجے پر پہنچی کہ ایف آئی آر دوپہر 2 بجے وجود میں آئی۔ اس کے علاوہ واقعہ کی جگہ، پولیس چوک، پولیس اسٹیشن اور مجسٹریٹ کی عدالت کے درمیان فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایف آئی آر کے اندراج اور مجسٹریٹ کو بھیجنے میں اب تک کوئی غیر واضح

تاخیر ہوئی تھی۔صرف اس وجہ سے کہ رات کو پولیس چوک یا پولیس اسٹیشن میں اطلاع درج نہیں کی گئی تھی، حقائق کے پیش نظر یہ مشکوک صورتحال نہیں ہوسکتی۔شواہد سے یہ واضح ہے کہ یہ علاقہ دہشت گردی سے متاثرہ علاقہ تھا اور اس عرصے کے دوران دہشت گردی اپنے عروج پر تھی جس کا مقدمے کی سماعت کرنے والی عدالت نے صحیح اندازہ لگایا۔[600-A،B]

3۔ملزم کی طرف سے میدان میں اور مدعا علیہ ملزم کے ٹیوب ویل میں لاش اور کٹے ہوئے سر کی موجودگی کے بارے میں کوئی تنازعہ نہیں تھا۔اگرچہ استغاثہ کو اپنے الزامات کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے، اگر ملزم کے خصوصی علم میں موجود عوامل کو تسلی بخش طریقے سے بیان نہیں کیا جاتا ہے تو یہ ملزم کے خلاف ایک عنصر ہے۔ملزم کی طرف سے ضابطہ اخلاق کی دفعہ 313 کے تحت جانچ کے دوران جرات مندانہ انکار کے علاوہ کوئی وضاحت نہیں دی گئی۔اگرچہ یہ عنصر خود ملزم کے جرم کو تیز کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا، لیکن حالات کی مجموعی حیثیت پر غور کرتے ہوئے یہ یقیناً پر ایک متعلقہ عنصر ہے۔پی ڈبلیو 1 اور 2 کے ثبوت واضح طور پر ٹھوس ہیں اور ان کے شواہد کا صحیح تجزیہ کیے بغیر ہی عدالت عالیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کی موجودگی مشکوک تھی۔[600-سی-ای]

دلیپ سنگھ اور دیگران بنام ریاست پنجاب، اے آئی آر [1953] ایس سی 364؛ مسالتی اور دیگران بنام ریاست یو پی اے آئی آر [1965] ایس سی 202؛ ریاست پنجاب بنام جاگیر سنگھ، اے آئی آر [1973] ایس سی 2407 اور لیہنا بنام ریاست ہریانہ، [2002] 3 ایس سی سی 76، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

4۔گواہوں کے قریبی رشتہ دار ہونے اور اس کے نتیجے میں متعصّبانہ گواہ ہونے کی بنیاد پر بھروسہ نہیں کیا جانا چاہیے، اس میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔[600-ایف]

5.1۔شواہد میں عام تضادات وہ ہیں جو مشاہدے کی معمول کی غلطیوں، وقت گزرنے کی وجہ سے یادداشت کی معمول کی غلطیوں، ذہنی مزاج کی وجہ سے جیسے کہ واقعے کے وقت صدمے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ہوتی ہیں اور وہ ہمیشہ موجود رہتی ہیں، تاہم، ایماندار اور سچا گواہ ہوسکتا ہے۔مادی تضادات وہ ہیں جو عام نہیں ہیں، اور عام شخص سے متوقع نہیں ہیں۔عدالتوں کو اس زمرے کو لیبل کرنا پڑتا ہے جس میں تضاد کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔اگرچہ عام تضادات کسی فریق کے معاملے کی ساکھ کو خراب نہیں کرتے ہیں، لیکن مادی تضادات ایسا کرتے ہیں۔صرف اس وجہ سے کہ ایک گواہ نے کہا کہ وہ غیر قانونی تعلقات سے بے خبر تھا، اس سے کسی بھی طرح سے

دوسرے گواہوں کے شواہد کی ثبوت کی قدر کو کمزور نہیں کیا جاتا ہے جن کے بارے میں بات کی گئی ہے۔[601-ای-جی]

5.2۔معقول شک کوئی خیالی، معمولی یا محض ممکنہ شک نہیں ہے، بلکہ عقل اور عقل پر مبنی ایک منصفانہ شک ہے۔اسے مقدمے کے شواہد سے آگے بڑھنا چاہیے۔اگر کوئی مقدمہ مکمل طور پر ثابت ہو جاتا ہے، تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ مصنوعی ہے؛ اگر کسی معاملے میں کچھ خامیاں ناگزیر ہیں کیونکہ انسان غلطی کا شکار ہیں، تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ بہت نامکمل ہے۔شک کو معقول کہا جائے گا اگر وہ اقتباس قیاس آرائیوں کے جذبے سے آزاد ہوں۔قانون سچائی کے علاوہ کسی اور پسندیدہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔[602-اے-ڈی]

کرشنا موچی اور دیگران بنام ریاست بہار وغیرہ جے ٹی[2002]4 ایس سی 186؛ گربچن سنگھ بنام ستپال سنگھ اور دیگران اے آئی آر[1990] ایس سی 209؛ ریاست یو پی بنام اشوک کمار سریواستو، اے آئی آر [1992] ایس سی 840؛ اندر سنگھ اور دیگر بنام ریاست (دہلی انتظامیہ)، اے آئی آر [1978] ایس سی 1091؛ ریاست یو پی بنام انیل سنگھ، اے آئی آر[1988] ایس سی 1998؛ شیواجی سہبراؤ بوباڈے اور دیگران بنام ریاست مہاراشٹر، [1974] 1 ایس سی آر 489؛ ریاست یو پی بنام کرشنا گوپال اور دیگر اے آئی آر [1988] ایس سی 2154 اور گنگا دھر بہرا اور دیگران بنام ریاست اڑیسہ، [2002] 7 سپریم 276، پر انحصار کیا۔

ریاست راجستھان بنام محترمہ کالکی اور دیگر اے آئی آر (1981) ایس سی 1390، کا حوالہ دیا گیا۔

فوجداری اپیل کا عدالتی دائرہ اختیار: 1996 کی فوجداری اپیل نمبر 829۔

1993 کے فوجداری اے نمبر 223 ڈی بی میں پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے 2.8.95 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کے لیے وائی پی ڈھنگڑا اور بمل رائے جاد۔

جواب دہندہ کے لیے پی این پوری۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا۔

ارجیت پسیات، جسٹس۔ اسٹیٹ آف پنجاب، پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے ذریعے مدعا علیہان کرنیل سنگھ اور نرمل سنگھ کو بری کرنے کے فیصلے کی قانونی حیثیت پر سوال اٹھانے والی اپیل میں ہے۔ فاضل سیشن جج، جالندھر نے دونوں ملزموں کو مجموعہ تعزیرات ہند 1860 (مختصر طور پر 'آئی پی سی') کی دفعہ 302 کے تحت قابل سزا جرم کا مجرم پایا تھا۔ ہر ایک کو 1000 روپے جرمانے کے ساتھ عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ مزید برآں، ملزم کرنیل سنگھ کو آئی پی سی کی دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 307 کے تحت قابل سزا جرائم کے لیے سزا سنائی گئی جبکہ ملزم نرمل سنگھ کو آئی پی سی کی دفعہ 307 کے تحت قابل سزا جرائم کے لیے سزا سنائی گئی۔ ان میں سے ہر ایک کو پانچ سال کی قید بامشقت اور 500 روپے جرمانہ ادا کرنے کی سزا سنائی گئی۔ اس عدالت میں اپیل کے زیر التواء ہونے کے دوران، ملزم اپیل کنندہ نرمل سنگھ کی میعاد ختم ہوگئی۔ ضابطہ فوجداری، 1973 (مختصر طور پر 'فوجداری پی سی') کی دفعہ 394 کے لحاظ سے کوئی درخواست دائر نہیں کی گئی ہے، اس لیے جہاں تک ان کا تعلق ہے، اپیل ختم ہو جاتی ہے۔

مختصراً استغاثہ کا بیان اس طرح ہے:

گورڈیال سنگھ @ کالا (جسے اس کے بعد 'متوفی' کہا جاتا ہے) کے پانچ بھائی تھے، یعنی پیارا سنگھ، سورن سنگھ، چرن سنگھ، دیو سنگھ اور کیول سنگھ۔ پیارا سنگھ اور متوفی اپنے کھیتوں میں ایک ڈیرہ میں رہتے تھے، جہاں انہوں نے ایک ٹیوب ویل نصب کیا تھا۔ ملزم کرنیل سنگھ اور نرمل سنگھ کا تعلق ان کے گاؤں سے ہے۔ وہ پیارا سنگھ اور متوفی کے ڈیرہ کے قریب ایک ڈیرہ میں بھی رہتے تھے۔ چونکہ متوفی کے ملزم کرنیل سنگھ کی بیوی سیٹو کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، اس لیے ملزموں اور متوفی کے درمیان دشمنی تھی۔ رات کو 26.1.92 پر پیارا سنگھ اور متوفی کھانا کھانے کے بعد ڈیرہ میں آرام کر رہے تھے۔ ان کے بھائی سورن سنگھ بھی وہاں ان کے ٹیوب ویل کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کھیتوں کی آبپاشی کے لیے آئے تھے۔ تقریباً 11.00 بجے سورن سنگھ نے متوفی سے کہا کہ وہ ایک چکر لگائیں اور چیک کریں کہ کھیتوں میں مناسب طریقے سے آبپاشی کی گئی ہے یا نہیں۔ متوفی کھیتوں کی جانچ پڑتال کے لیے باہر گیا۔ کچھ دیر بعد، پیارا سنگھ اور سورن سنگھ (بالترتیب پی ڈبلیو 1 اور 2) نے متوفی کی طرف سے کی گئی مدد کی چیخ

سنی۔فوری طور پر وہ باہر گئے اور دونوں ملزموں کو ہتھیاروں سے لیس متوفی کو اپنے ڈیرہ کی طرف گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔اس وقت ان کے ڈیرہ میں بجلی کا بلب روشن تھا۔جب انہوں نے متوفی کی مدد کرنے کی کوشش کی تو نرمل سنگھ نے متوفی پر اپنی بندوق سے گولی چلائی،جس کے نتیجے میں وہ زمین پر گر گیا جب کہ ملزم کرنیل سنگھ متوفی پر کرپن سے حملہ کر رہا تھا۔جب پیارا سنگھ(پی ڈبلیو 1) نے خطرے کی گھنٹی بجا کر التجا کی کہ متوفی پر حملہ نہ کیا جائے تو ملزموں نے انہیں دھمکی دی۔خوفزدہ ہو کر وہ اپنے گاؤں بھاگ گئے۔اگلی صبح،انہوں نے سرپنچ گوردیپ سنگھ کو اس واقعے کے بارے میں بتایا۔وہ جائے وقوعہ پر گئے،اور ملزم کرنیل سنگھ کے ڈیرہ کے قریب کھیت میں سینے کے دائیں جانب زخموں کے ساتھ متوفی کی بغیر سر والی لاش پڑی پائی۔انہوں نے متوفی کا سر تلاش کیا اور ملزم کرنال سنگھ کے ڈیرہ میں ٹیوب ویل میں پڑا ہوا پایا۔پیارا سنگھ نے سورن سنگھ(پی ڈبلیو 2) اور کیول سنگھ کو لاش کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور تھانے میں اطلاع درج کرائی۔تفتیش کی گئی اور مکمل ہونے پر فرد جُرم پیش کی گئی۔ملزم افراد نے بے گناہی اور جھوٹے مضمرات کی استدعا کی۔

فاضل ٹرائل جج نے استغاثہ کے بیان کو قابل اعتماد پایا اور پی ڈبلیو 1 اور 2 کے شواہد پر انحصار کرتے ہوئے ملزموں کو مجرم قرار دیا اور انہیں اوپر بیان کردہ سزا سنائی۔اثباتِ جُرم اور سزا کے فیصلے پر عدالت عالیہ کے سامنے حملہ کیا گیا۔عدالت عالیہ کے سامنے اہم چیلنج یہ تھا کہ ایف آئی آر درج کرنے اور متعلقہ مجسٹریٹ کو بھیجنے میں غیر واضح تاخیر ہوئی۔یہ بھی پیش کیا گیا کہ گواہوں کا طرز عمل جو متوفی کے بھائی تھے غیر معمولی تھا اور اس کے بچاؤ میں آنے کے بجائے انہوں نے فرار ہونے کا دعوی کیا۔متوفی کے پانچ بھائیوں نے رات کو کوئی قدم نہیں اٹھایا اور مطمئن رہے۔انہوں نے اگلے دن سرپنچ کو اطلاع دی،اور اگرچہ انہوں نے رات کو ہی لامبردار کو بتانے کا دعوی کیا،لیکن مقدمے کی سماعت کے دوران اس سلسلے میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ملزموں کے دلائل کو قبول کرتے ہوئے عدالت عالیہ نے بری کرنے کی ہدایت کی جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا تھا۔عدالت عالیہ نے یہ بھی نوٹ کیا کہ پی ڈبلیو 1 اور 2 کی موجودگی انتہائی مشکوک تھی اور مناسب غور و فکر کے بعد ایک جھوٹا مقدمہ تیار کیا گیا تھا اور تقریبا 2 بجے ایف آئی آر تیار کی گئی تھی اور یہ موقف ہونے کی وجہ سے ملزم افراد بری ہونے کے حقدار تھے۔

اپیل کی حمایت میں اپیل کنندہ-ریاست کے وکیل نے پیش کیا کہ واقعہ کا وقت شام 11.00 کے آس پاس تھا۔ایف آئی آر اگلے دن صبح 9 بج کر 35 منٹ کے قریب درج کی گئی۔سب سے پہلے پولیس چوک پر صبح 8 بج کر 35 منٹ کے قریب اطلاع دی گئی اور پولیس اسٹیشن میں تقریبا 9 بج کر 35 منٹ پر ایف آئی آر درج کی گئی۔ایف آئی آر دوپہر 3 بجے کے قریب مجسٹریٹ تک پہنچی۔بلا شبہ پولیس چوک جائے وقوع سے 3 کلومیٹر کے فاصلے

پر تھا، جبکہ پولیس اسٹیشن 7 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، اور پولیس اسٹیشن سے عدالت کا فاصلہ 10 کلومیٹر تھا۔ فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے استغاثہ کے بیان کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ مزید یہ کہ عدالت عالیہ کا یہ نتیجہ کہ رات کو پولیس یا شریک گاؤں والوں کو اطلاع نہ دینے میں غیر معمولی طرز عمل تھا، درست نہیں لگتا۔ جیسا کہ ٹرائل کورٹ نے نوٹ کیا ہے کہ وہ علاقہ دہشت گردی سے متاثرہ علاقہ تھا اور اس عرصے کے دوران دہشت گردی اپنے عروج پر تھی۔ پوسٹ مارٹم سہ پہر 3.15 بجے کیا گیا۔ اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں ملی کہ ملزم کرنیل سنگھ کے کھیت میں لاش کیسے ملی اور کٹا ہوا سر اس کے ٹیوب ویل کے قریب پایا گیا۔ محض قیاس آرائیوں پر عمل کرتے ہوئے، استغاثہ کے معتبر شواہد کو مسترد کر دیا گیا ہے۔

اس کے برعکس، ملزم کرنیل سنگھ کے وکیل نے پیش کیا کہ استغاثہ اپنے الزامات کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے، اور عدالت عالیہ نے تفصیلات میں کمزوریوں کو نوٹ کیا ہے اور بری ہونے کے خلاف اپیل میں مداخلت کے محدود دائرہ کار پر غور کرنے کے لیے کوئی مداخلت نہیں کی گئی ہے۔ پی ڈبلیو 1 اور 2 متوفی کے قریبی رشتہ دار ہیں اور اس لیے ان کے شواہد پر کارروائی نہیں کی جانی چاہیے تھی۔ ان کے ثبوت بھی جرم کے محرک کے حوالے سے مطابقت نہیں رکھتے۔

اپیلٹ عدالت پر ان شواہد کا جائزہ لینے پر کوئی پابندی نہیں ہے جن پر حکم برایت مبنی ہے۔ عام طور پر حکم بر ایت میں مداخلت نہیں کی جائے گی کیونکہ ملزم کی بے گناہی کے مفروضے کو بری ہونے سے مزید تقویت ملتی ہے۔ فوجداری مقدمات میں انصاف کے انتظام کے جال میں جو سنہری دھاگہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر مقدمے میں پیش کیے گئے شواہد ذریعے دو نظریات ممکن ہیں، ایک ملزم کے جرم کی طرف اور دوسرا اس کی بے گناہی کی طرف، تو وہ نظریہ جو ملزم کے حق میں ہو، اپنایا جانا چاہیے۔ عدالت کا سب سے اہم خیال اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ انصاف کی اسقاط حمل کو روکا جائے۔ انصاف کی غلطی جو مجرم کے بری ہونے سے پیدا ہوسکتی ہے، کسی بے گناہ کی مجرم قرار سے کم نہیں ہے۔ ایسے معاملے میں جہاں قابل قبول ثبوت کو نظرانداز کیا جاتا ہے، اپیلٹ عدالت پر یہ فرض عائد کیا جاتا ہے کہ وہ شواہد کی دوبارہ تعریف کرے یہاں تک کہ جہاں ملزم کو بری کر دیا گیا ہے، اس مقصد کے لیے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ آیا ملزم میں سے کسی نے کوئی جرم کیا ہے یا نہیں۔ [بھگوان سنگھ اور دیگران بنام ریاست مدھیہ پردیش، جے ٹی (2002)3 ایس سی 387 دیکھیں]۔ بری کیے جانے کے فیصلے کے خلاف اپیل پر غور کرنے والی اپیلٹ عدالت کو جس اصول پر عمل کرنا ہے وہ صرف اس صورت میں مداخلت کرنا ہے جب ایسا کرنے کی مجبور کرنے والی اور ٹھوس وجوہات ہوں۔ اگر اعتراض شدہ فیصلہ واضح طور پر غیر معقول ہے، تو یہ مداخلت کی ایک زبردست وجہ

ہے۔ان پہلوؤں کو اس عدالت نے شیواجی صاحبراؤ بوباڈے اور دیگر بنام ریاست مہاراشٹر، [1973] 2 ایس سی سی 193، رمیش بابولال دوشی بنام ریاست گجرات، [1996] 9 ایس سی سی 225 اور جسونت سنگھ بنام ریاست ہریانہ، جے ٹی (2000) 4 ایس سی 114 میں اجاگر کیا تھا۔

حریف کے بیان پر غور کرنے پر، ہمارا خیال ہے کہ عدالت عالیہ ملزم افراد کو بری کرنے کی ہدایت دینے میں جائز نہیں ہے۔ یہ ایک غلط تاثر پر آگے بڑھا کہ غور وفکر اور بات چیت کے بعد دوپہر 2 بجے ایف آئی آر درج کی گئی تھی۔اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کسی مواد پر فرد جرم عائد نہیں کی گئی ہے۔اس کے برعکس، ریکارڈ پر موجود شواہد سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اطلاع صبح 8 بجے پولیس چوک پر درج کی گئی تھی، اور ایف آئی آر صبح 9:35 بجے پولیس اسٹیشن میں درج کی گئی تھی اور یہ دوپہر 3 بجے مجسٹریٹ تک پہنچی۔ یہ حیران کن ہے کہ عدالت عالیہ کس طرح اور کس مواد پر اس نتیجے پر پہنچی کہ ایف آئی آر دوپہر 2 بجے وجود میں آئی۔اس کے علاوہ واقعہ کی جگہ، پولیس چوک، پولیس اسٹیشن اور مجسٹریٹ کی عدالت کے درمیان فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایف آئی آر کے اندراج اور مجسٹریٹ کو بھیجنے میں اب تک کوئی غیر واضح تاخیر ہوئی تھی۔صرف اس وجہ سے کہ رات کو پولیس چوک یا پولیس اسٹیشن میں معلومات درج نہیں کی گئیں، ٹرائل کورٹ کی طرف سے نوٹ کی گئی حقائق کے پیش نظر یہ مشکوک صورتحال نہیں ہوسکتی۔شواہد سے یہ واضح ہے کہ یہ علاقہ دہشت گردی سے متاثرہ علاقہ تھا اور اس عرصے کے دوران دہشت گردی اپنے عروج پر تھی۔ان عوامل نے ٹرائل کورٹ کے ساتھ وزن کیا اور ہماری رائے میں صحیح ہے۔عدالت عالیہ نے اس اہم عنصر کو کوئی اہمیت نہیں دی، اور مبہم نتائج پر پہنچی۔واضح رہے کہ ملزم کی جانب سے میدان میں اور ملزم کرنیل سنگھ کے ٹیوب ویل میں لاش اور کٹے ہوئے سر کی موجودگی کے حوالے سے کوئی تنازعہ نہیں تھا۔اگرچہ استغاثہ کو اپنے الزامات کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے، اگر ملزم کے خصوصی علم میں موجود عوامل کو تسلی بخش طریقے سے بیان نہیں کیا جاتا ہے تو یہ ملزم کے خلاف ایک عنصر ہے۔ملزم کی طرف سے ضابطہ اخلاق کی دفعہ 313 کے تحت جانچ کے دوران جرات مندانہ انکار کے علاوہ کوئی وضاحت نہیں دی گئی۔اگر چہ یہ عنصر خود ملزم کے جرم کو تیز کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا، لیکن حالات کی مجموعی حیثیت پر غور کرتے ہوئے یہ یقیناً پر ایک متعلقہ عنصر ہے۔ پی ڈبلیو 1 اور 2 کے ثبوت واضح طور پر ٹھوس ہیں اور ان کے شواہد کا صحیح تجزیہ کیے بغیر ہی عدالت عالیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کی موجودگی مشکوک تھی۔

ہم یہ بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ گواہوں کے قریبی رشتہ دار ہونے اور اس کے نتیجے میں متعصّبانہ گواہ ہونے کی بنیاد پر بھروسہ نہیں کیا جانا چاہیے، اس میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔اس نظریے کو اس عدالت نے دلیپ سنگھ اور

دیگران بنام ریاست پنجاب، اے آئی آر (1953) ایس سی 364 میں ہی مسترد کر دیا تھا جس میں بار کے اراکین کے ذہنوں میں اس تاثر پر حیرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ رشتہ دار آزاد گواہ نہیں تھے۔ ویوین بوس، جے کے ذریعے بات کرتے ہوئے یہ مشاہدہ کیا گیا:

"ہم عدالت عالیہ کے فاضل ججوں سے اتفاق کرنے سے قاصر ہیں کہ دونوں عینی شاہدین کی گواہی میں تصدیق کی ضرورت ہے۔ اگر اس طرح کے مشاہدے کی بنیاد اس حقیقت پر مبنی ہے کہ گواہ خواتین ہیں اور سات مردوں کی قسمت ان کی گواہی پر منحصر ہے، تو ہم ایسے کسی اصول کے بارے میں نہیں جانتے۔ اگر یہ اس وجہ پر مبنی ہے کہ ان کا متوفی سے گہرا تعلق ہے تو ہم اتفاق کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ ایک غلط فہمی ہے جو بہت سے فوجداری مقدمات میں عام ہے اور جسے اس عدالت کے ایک اور بنچ نے پیراگراف 59 پر 'رامیشور بنام ریاست راجستھان' اے آئی آر (1952) ایس سی 54 میں ختم کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، ہم دیکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے یہ اب بھی برقرار ہے، اگر عدالتوں کے فیصلوں میں نہیں، کسی بھی صورت میں وکیل کے دلائل میں۔"

ایک بار پھر مسالتی اور دیگران بنام اسٹیٹ آف یو پی ایئر (1965) ایس سی 202 میں اس عدالت نے مشاہدہ کیا: (صفحہ 209-210 پیرا 14):

"لیکن ہمارے خیال میں یہ دعوی کرنا غیر معقول ہوگا کہ گواہوں کے ذریعے دیے گئے شواہد کو صرف اس بنیاد پر خارج کیا جانا چاہیے کہ یہ متعصّبانہ یا دلچسپی رکھنے والے گواہوں کا ثبوت ہے۔ اس طرح کے شواہد کو صرف اس بنیاد پر مکینیکل طور پر مسترد کرنا کہ یہ متعصّبانہ ہے، ہمیشہ انصاف کی ناکامی کا باعث بنے گا۔ کوئی سخت اور تیز قاعدہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے شواہد کی تعریف کی جانی چاہیے۔ عدالتی نقطہ نظر کو اس طرح کے شواہد سے نمٹنے میں محتاط رہنا پڑتا ہے؛ لیکن یہ استدعا کہ اس طرح کے شواہد کو مسترد کر دیا جانا چاہیے کیونکہ یہ متعصّبانہ ہے اسے درست کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔"

اسی اثر کے لیے ریاست پنجاب بنام جاگیر سنگھ، اے آئی آر (1973) ایس سی 2407 اور لیہنا بنام ریاست ہریانہ، [2002] 3 ایس سی سی 76 میں فیصلہ ہے۔ جیسا کہ اس عدالت نے ریاست راجستھان بنام محترمہ کالکی اور دیگر اے آئی آر (1981) ایس سی 1390 میں مشاہدہ کیا، شواہد میں عام تضادات وہ ہیں جو مشاہدے کی عام غلطیوں، وقت گزرنے کی وجہ سے یادداشت کی عام غلطیوں، ذہنی مزاج کی وجہ سے ہوتے ہیں جیسے

کہ واقعے کے وقت صدمے اور خوف اور وہ ہمیشہ موجود ہوتے ہیں، تاہم، ایک ایماندار اور سچا گواہ ہو سکتا ہے۔ مادی تضادات وہ ہیں جو عام نہیں ہیں، اور عام شخص سے متوقع نہیں ہیں۔ عدالتوں کو اس زمرے کو لیبل کرنا پڑتا ہے جس میں تضاد کی درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ عام تضادات کسی فریق کے معاملے کی ساکھ کو خراب نہیں کرتے ہیں، لیکن مادی تضادات ایسا کرتے ہیں۔ ان پہلوؤں کو کرشنا موچی اور دیگران بنام ریاست بہار وغیرہ جے ٹی (2002)4ایس سی 186 میں اجاگر کیا گیا تھا۔

صرف اس وجہ سے کہ گواہوں میں سے ایک نے کہا کہ وہ غیر قانونی تعلقات سے بے خبر تھا، اس سے کسی بھی طرح سے دوسرے گواہوں کے شواہد کی ثبوت کی قدر کو کمزور نہیں کیا جاتا ہے جنہوں نے اس کے بارے میں بات کی ہے۔

شک کے فائدے کی حکمرانی کے لیے مبالغہ آمیز عقیدت کو خیالی شکوک وشبہات یا دیرپا شکوک وشبہات کو پروان نہیں ڈالنا چاہیے اور اس طرح سماجی دفاع کو تباہ نہیں کرنا چاہیے۔ انصاف کو اس استدعا پر غیر مستحکم نہیں بنایا جا سکتا کہ ایک بے گناہ کو سزا دینے سے سو مجرموں کو فرار ہونے دینا بہتر ہے۔ مجرم کو فرار ہونے دینا قانون کے مطابق انصاف کرنا نہیں ہے۔[دیکھیں: گربچن سنگھ بنام ستپال سنگھ اور دیگران (1990) ایس سی 209]۔ ملزم کی طرف سے پیش کردہ کسی بھی اور ہر مفروضے کو پورا کرنے کے لیے استغاثہ کی ضرورت نہیں ہے۔[اسٹیٹ آف یو پی بنام اشوک کمار سریواستو، اے آئی آر (1992) ایس سی 840 دیکھیں]۔ معقول شک کوئی خیالی، معمولی یا محض ممکنہ شک نہیں ہے، بلکہ عقل اور عقل پر مبنی ایک منصفانہ شک ہے۔ اسے مقدمے کے شواہد سے آگے بڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی مقدمہ مکمل طور پر ثابت ہو جاتا ہے، تو یہ دلیل دی جاتی ہے کہ یہ مصنوعی ہے؛ اگر کسی معاملے میں کچھ خامیاں ناگزیر ہیں کیونکہ انسان غلطی کا شکار ہیں، تو یہ دلیل دی جاتی ہے کہ یہ بہت زیادہ نامکمل ہے۔ کسی کو حیرت ہوتی ہے کہ کیا ایک نایاب بے گناہ کو سزا سے ختم کرنے کے لیے محتاط حد سے زیادہ حساسیت میں، بہت سے مجرم افراد کو فرار ہونے دیا جانا چاہیے۔ معقول شک سے بالاتر ثبوت ایک رہنما اصول ہے، فیٹش نہیں۔[اندر سنگھ اور دیگر بنام ریاست (دہلی انتظامیہ) اے آئی آر (1978) ایس سی 1091 دیکھیں]۔ عدالتی تشخیص کی مبہم تلاشی نہیں ہو سکتی۔ "ایک جج مجرمانہ مقدمے کی صدارت محض یہ دیکھنے کے لیے نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ شخص کو سزا نہ دی جائے۔ ایک جج یہ دیکھنے کے لیے بھی صدارت کرتا ہے کہ ایک مجرم آدمی فرار نہ ہو۔ دونوں عوامی فرائض ہیں۔" (اسٹرلینڈ بنام ڈائریکٹر آف پبلک پراسیکیوشن، (1944) اے سی پی سی 315 میں فی ویسکاؤنٹ سائمن نے اسٹیٹ آف یو پی بنام انیل سنگھ، اے آئی آر (1988) ایس سی 1998 میں حوالہ دیا۔ شکوک وشبہات کو معقول کہا

جائے گا اگر وہ اقتباس قیاس آرائیوں کے جذبے سے آزاد ہوں۔ قانون سچائی کے علاوہ کسی اور پسندیدہ کو برداشت نہیں کرسکتا۔[دیکھیں: شیواجی سہیبر او بوباڑے اور دیگر بنام ریاست مہاراشٹر، [1974] 1 ایس سی آر 489، ریاست یوپی بنام کرشنا گوپال اور ایک اور اے آئی آر (1988) ایس سی 2154، اور گنگا دھر بہرا اور دیگران بنام ریاست اڑیسہ۔2002 ,7 سپریم 276۔]

ہمارے خیال میں قانونی اصولوں اور حقیقت پسندانہ منظرنامے کو مدنظر رکھتے ہوئے ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ عدالت عالیہ ملزم افراد کو بری کرنے کی ہدایت دینے میں جائز نہیں تھی۔اس کے مطابق عدالت عالیہ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے اور ٹرائل کورٹ کے فیصلے کو بحال کیا جاتا ہے۔

ملزم کرنیل سنگھ کو ٹرائل کورٹ کے حکم کے مطابق جیل کا توازن پورا کرنے کے لیے تحویل میں ہتھیار ڈالنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔اپیل کی اجازت ہے۔

این۔جے

اپیل کی منظوری دی جاتی ہے۔

Javeed Ahmed Geelani
2025.06.05 11:43
I am the author of this document